نظام کائنات میں ہر چیز اپنے مدار میں رہتی ہے۔ جماعت میں جو شخص اپنے منصب سے ہٹ کر معاملہ کرتا ہے اس سے فساد پیدا ہوتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ نومبر ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے ذیل آیات کی تلاوت کی:۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ۝۲
الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ
عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ۝۳ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ
الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝۴ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ
يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝۵

(الملک: ۲-۵)

اور فرمایا:

قرآن کریم کی سورۃ ملک کی جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان کا ترجمہ یہ ہے کہ بہت ہی برکتوں والی ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں ہر قسم کی ملکیت ہے اور تمام ملکیت اسی کے

ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر اسی بنا پر قادر ہے کہ تمام ملکیتوں کی باگ ڈور آخری صورت میں اس کے ہاتھ میں ہے وہی ذات ہے جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا اور زمین و آسمان کی یعنی ساری کائنات کی پیدائش میں تم کوئی تفاوت نہیں دیکھو گے فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ نظر دوڑا کے دیکھو تو سہی کیا تمہیں کہیں کوئی رخنہ کوئی سوراخ دکھائی دیتا ہے؟ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ پھر نظر کو دوڑاؤ تمہاری طرف تمہاری نظر لوٹ آئے گی تھکی ہاری لیکن خدا کی عظیم ترین کائنات میں تم کہیں کوئی رخنہ، کوئی سوراخ نہیں دیکھو گے۔

ان آیات کے سرسری مطالعہ سے ایک مضمون سامنے آتا ہے پھر زیادہ قریب کی نظر سے ان آیات کا مطالعہ کیا جائے تو ایک بظاہر نظر آنے والا تضاد دکھائی دیتا ہے پھر اور مزید گہری نظر سے دیکھا جائے تو وہ تضاد دور ہو کر ایک نہایت ہی حسین موافقت نظر آتی ہے اس مضمون کے درمیان۔ اسی طرح انسان جب خدا کی کائنات میں جستجو کے نئے سفر کرتا ہے تو اس کے اوپر یہ حالتیں آتی رہتی ہیں۔ پہلی سرسری نظر میں اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا پھر جب تردد کرتا ہے غور کرتا ہے تو جب علم ناکامل ہو سفر آغاز میں ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ میں نے بہت سی خرابیاں محسوس کر لیں، بہت سی خرابیاں دریافت کر لیں لیکن جب انسان اور زیادہ گہری اور عمیق نظر سے مطالعہ کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پہلا علم خام تھا خدا کی کائنات میں کوئی خامی نہیں۔

سائنس نے جو معلوماتی سفر کیا ہے اس پر بھی یہ ادوار آئے اور قرآن کریم کے مطالعہ کرنے والوں پر بھی یہ ادوار آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنی حفاظت اور اپنی پناہ میں رکھتے ہوئے لمس شیطان سے پاک رکھتے ہوئے گہرے اور عمیق مضامین کے مطالعہ اور ان کے فہم کی توفیق عطا فرماتا ہے اور اس کے نتیجے میں پھر اس آیت میں جو بیان ہوا ہے منظر کہ ساری کائنات میں تم کہیں کوئی فتور نہیں دیکھو گے۔ اس مضمون میں انسان حق الیقین تک پہنچ جاتا ہے۔ جس سرسری نظر کے مطالعہ سے تضاد کا میں نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق میں واضح طور پر آپ کے سامنے اس کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں۔

پہلے فرمایا ہم نے زندگی اور موت کو الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تا کہ وہ معلوم کرے تم میں سے کون بہتر اعمال کرنے والا ہے جس کے نتیجے میں وہ زندہ رہ سکتا ہے۔

اب مضمون کا آغاز ہی ایک جدوجہد کے بیان سے ہوا ہے۔ زندگی اور موت کے درمیان ایک مسلسل جدوجہد اور آگے چل کے فرمایا ساری کائنات میں تم کوئی تفاوت نہیں دیکھو گے۔ تفاوت کی تفصیل میں ابھی بیان کروں گا لیکن عام معنی جو اس سے سمجھ آتا ہے وہ یہ ہے کہ مقابلہ مدّ مقابل نہیں پاؤ گے چیزوں کو آپس میں۔ چنانچہ عربی لغات تفاوت کا مطلب یہی بیان کرتی ہیں یعنی ایک معنی یہ بیان کرتی ہیں کہ کسی قسم کا مقابلہ نہیں دیکھو گے۔ تو بات تو مقابلہ ہی سے شروع فرمائی گئی۔ کہا یہ گیا کہ ہم نے خود موت اور زندگی کو باہم متقابل پیدا کر دیا ہے اور اس مقابلے کا مقصد یہ ہے تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون ایسے اعمال والا ہے جو Survival of the Fittest مطابق زندہ رہنے کی اہلیت رکھتا ہے اور آگے بڑھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

ساری کائنات میں ہر جگہ آپ کو زندگی موت کے مدّ مقابل دکھائی دے گی اور ساری کائنات کا فلسفہ اسی تقابل پر مبنی ہے اگر موت اور زندگی کی لڑائی ختم کر دی جائے تو کائنات کا وجود نظر سے غائب ہو جائے گا۔ جو کچھ بھی ہمیں دکھائی دیتا ہے وہ اس تقابل کے نتیجے میں دکھائی دیتا ہے اور اہل علم سائنسدان جانتے ہیں کہ اس تقابل کے محرکات کو اگر ختم کر دیا جائے تو ساری کائنات بے معنی ہو جائے گی۔ کوئی ترقی نہیں ہو سکتی کوئی ارتقاء نہیں ہو سکتا۔ جمود پیدا ہو جائے گا یعنی آخری موت کی شکل ہمیں دکھائی دے گی۔ اس لئے ایک طرف تو مضمون یہ باندھا گیا اور جو بہت ہی عظیم الشان مضمون ہے کہ ساری کائنات کا فلسفہ حیات یا فلسفہ وجود یہ ہے کہ تم موت اور زندگی کو باہم متقابل دیکھتے ہو اور اس مقابلے کے نتیجے میں ہم تمہیں آزماتے ہیں یعنی ہر وجود کو آزماتے ہیں کہ وہ کیا اہلیت رکھتا ہے اور دوسری طرف فرمایا گیا کہ تم کوئی مقابلہ نہیں دیکھو گے۔

پس یہ جو مقابلہ نہیں دیکھو گے کا لفظ ہے اس پر غور کی ضرورت ہے تفاوت کا اصل معنی کیا ہے کیونکہ جس جگہ یہ دعویٰ کیا گیا کہ کوئی تفاوت نہیں دیکھو گے وہاں تفاوت ہو ہی نہیں سکتا ان دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے رکھ دیا گیا ہے جس طرح موت کو زندگی کے مقابل رکھ دیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ دو اعلان بظاہر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ تفاوت کا مضمون آپ سمجھ جائیں گے تو یہ سارا مسئلہ حل ہو جائے گا کہ ان میں جو یہ رکھا ہی اس لئے گیا ہے تا کہ زندگی اور موت کی جدوجہد کے فلسفے کی حقیقت کو آپ سمجھ سکیں۔ مقابلہ تفاوت نہیں ہے۔ اس لئے اگر کوئی سرسری معنی

لغات میں مقابلہ کے دکھائی دیں گے تو وہ اس پر پوری طرح صادق نہیں آتے۔

یہ باب مفاعلہ سے ہے تقابل اور اور تفاوت بھی باب مفاعلہ ہے اور اس کا مادہ فوت ہے۔ فوت ہونا آپ سب جانتے ہیں موت کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ فَاتَ کا جو اصل عربی معنی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی چیز ہاتھ سے کھوئی جائے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اپنے مقام سے ہٹ جائے، اپنے منصب سے ہٹ جائے۔ پس فَــاتَ کے لفظ کے اندر اس مسئلے کا حل ہے۔ وہ مقابلہ جس کا تفاوت میں ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے فلسفہ حیات سے ہٹ کر مقابلہ، اپنے منصب سے ہٹ کر مقابلہ۔ جن چیزوں کی خاطر کسی چیز کو پیدا کیا گیا ہے اگر اس اصول کو چھوڑ کر اپنی راہ سے ہٹ کر کسی اور کی راہ میں کوئی چیز دخل دیتی ہے اور وہ مقابلہ ہوتا ہے اس کے اوپر لفظ تفاوت صادق آتا ہے۔

پس تفاوت کا معنی خالی مقابلہ کرنا بالکل غلط ہے۔ تفاوت کا معنی ہے وہ مقابلہ جو بے محل ہو جس چیز کی خاطر کسی چیز کو پیدا کیا گیا ہے اس سے ہٹ کر جب وہ کسی دوسری چیز سے ٹکراتی ہے اس کو تفاوت کہتے ہیں۔ ان معنوں میں آپ ہر مشین کے کل پرزوں پر غور کریں جب بھی کوئی کل پرزہ اپنے دائرے سے ہٹ کر کسی دوسرے دائرے میں دخل اندازی شروع کرتا ہے وہیں فتور پیدا ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا فتور یعنی فساد کی جڑ اپنے اپنے منصب سے ہٹ کر کسی دوسرے کے منصب میں دخل اندازی ہے اور چونکہ خدا کی ساری کائنات میں کہیں کوئی تفاوت نہیں دیکھو گے اس لئے تمہیں کہیں فتور بھی نظر نہیں آئے گا۔ فتور اس حادثاتی موت کو کہتے ہیں یعنی اگر ہم کائنات کی اصطلاح میں بات کریں تو اسے حادثاتی موت قرار دیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ تفاوت کے لفظ میں یہ مزید حسن قابل غور ہے کہ ایک فوت کا دوسرے فوت سے مقابلہ۔ فَــاتَ اس چیز پر اطلاق پاتا ہے جو اپنی جگہ سے ہٹ جائے وہ جب ٹکراتی ہے کسی ایسی چیز سے جو خود اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی ہو تو اس کو تفاوت کہیں گے اور اگر کوئی چیز ہٹ کر کسی ایسی چیز سے ٹکراتی ہے جو اپنے مقام سے ٹلی نہیں ہے، اپنے دائرے میں ہی موجود رہتی ہے تو وہ ٹکرانے والی چیز ناکام اور نامراد ہو جائے گی اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کو تفاوت نہیں پھر کہیں گے۔ اس کو ایک ایسا حادثہ کہتے ہیں جس طرح کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ مضمون باندھا گیا ہے کہ بعض اہل دنیا جب سماء الدنیا میں دخل دینے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کے لئے تفاوت کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ فرمایا ایک ناجائز کوشش ہے جس کا ان کو حق نہیں ہے۔ اس کے نتیجے

میں شہاب ثاقب ان کی پیروی کرتے ہیں اور آسمان کی طرف سے شعلے ان پر نازل کئے جاتے ہیں جو ان کو ہلاک کر دیتے ہیں لیکن آسمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

تو جو چیز اپنے مدار پر قائم ہے وہ کسی دوسری چیز سے ٹکرا نہیں سکتی جو اپنے مدار پر قائم ہو۔ جو چیز اپنے مدار پر قائم ہے اس سے اگر کوئی چیز ٹکراتی ہے اور مدار پر قائم رہنے والی چیز اپنے منصب سے نہیں ہٹتی تو قرآن کریم کے فلسفے کے مطابق اس کو کوئی نقصان نہیں ہے اور ٹکرانے والی چیز کو نقصان ہوگا لیکن اگر ایک چیز مدار سے ہٹتی ہے، منصب کو چھوڑ دیتی ہے اور اس کے مقابل پر دوسری چیز بھی اپنے منصب کو چھوڑ دیتی ہے اور مقام سے ہٹ جاتی ہے پھر جو ٹکراؤ ہے اس کا نام قرآنی اصطلاح میں تفاوت ہے اور چونکہ فوت ہونے کا مطلب ہی موت ہے اس لئے جب منصب سے ہٹ گئے تو موت خود بخود واقع ہوئی۔ گویا دو موتوں کے درمیان تصادم ہے اور جو دو موتیں متصادم ہوں گی تو نتیجہ فتور ہی پیدا ہوگا اس سے زیادہ اور کیا نکل سکتا ہے۔ عجیب حیرت انگیز کلام ہے اس کو باریک در باریک نظر سے آپ دیکھیں اور اگر آپ تفاوت تلاش کرنے کی کوشش کریں اور فتور تلاش کرنے کی کوشش کریں تو لازماً آپ کی نظر تھکی ہوئی واپس لوٹ آئے گی اور قرآن کریم کی کائنات میں بھی آپ کو کوئی تفاوت اور کوئی فتور دکھائی نہیں دے گا۔

اس فلسفے میں جو فلسفہ وجود ہے تمام دنیا کے نظام یا نظاموں کی حفاظت کا راز بیان فرما دیا گیا ہے خواہ معاشرتی نظام ہو، خواہ اقتصادی نظام ہو، خواہ مذہبی نظام ہو، کسی نوع کا سیاسی نظام ہو، کسی نوع کا بھی نظام ہو اس میں اگر منتظمین یہ نگرانی کریں کہ تفاوت نہیں ہونے دیں گے اور اس نظام کے کل پرزے اس بات کے اوپر قائم ہو جائیں کہ ہم اپنے مدار سے کبھی نہیں ہٹیں گے تو پھر کوئی فتور دکھائی نہیں دے گا ورنہ بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں آپ کو دکھائی دیتی ہیں جب بھی مدار سے ہٹا جائے گا اور مدّ مقابل بھی مدار سے ہٹ جائے گا یعنی اپنے مقرر کردہ راہوں سے، اپنے مقرر کردہ منصب سے کوئی چیز ہٹ جاتی ہے تو اس کے مقابل پر دوسری چیز کہتی ہے اچھا پھر ہم بھی ہٹتے ہیں۔ اس ٹکراؤ کا نام دو موتوں کی ٹکر ہے اور اس کا نتیجہ فتنہ و فساد ہے، مزید موتوں کا پیدا ہونا ہے۔

نظام جماعت کی حفاظت کے لئے بھی یہ انتہائی ضروری ہے اور ہمارے معاشرے کی حفاظت کے لئے بھی یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم کی ان آیات میں بیان فرمودہ بنیادی سبق

پر غور کریں اور اس کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ آج کل کئی ایسے مسائل میرے پیش نظر ہیں جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ اگلی صدی میں جماعت کے داخل ہونے سے پہلے پہلے ان کی نوعیت، کو ان کی ماہیت کو خوب کھول کھول کر آپ کے سامنے بیان کر دیا جائے تا کہ خدا کے حضور میں بری الذمہ ہو جاؤں کہ ان امور کے متعلق جن کے متعلق قومی زندگی کے لئے راہنمائی ضروری ہے اور لمبی زندگی کے لئے راہنمائی ضروری ہے جہاں تک مجھے توفیق ملی میں نے آپ کی راہنمائی کی۔

شمالی امریکہ کے دورے میں دو خطبات میں نے اس موضوع پر دیئے تھے کہ بہت سے فساد Inferiority Complex یعنی احساسِ کمتری کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں اور بعض صورتوں میں کھول کھول کر بیان کیا۔ چنانچہ نسلی جھگڑے قومی تفریقیں اور فسادات جو ملکی قومی نسلی فرق کی بنا پر ہوں یہ سارے بنیادی طور پر احساسِ کمتری کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس مضمون کو بھی ضرور پیش نظر رکھنا چاہئے لیکن یہ جو آج مضمون میں بیان کر رہا ہوں یہ بھی انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔

آپ کے سامنے تفصیل کے ساتھ ساری مثالیں تو پیش نہیں کی جاسکتیں لیکن دو تین مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ قرآن کریم کی ایک ایک آیت میں کتنے عظیم الشان زندگی کے راز موجود ہیں۔ انفرادی زندگی کے بھی اور معاشرتی زندگی کے بھی، اجتماعی زندگی کے بھی اور ایک عام آیت سمجھ کر آپ سرسری طور پر مطالعہ کر کے آگے گزر جاتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ کتنا عظیم خزانہ یہاں دفن ہے۔ اس لئے جماعت کے نظام کی حفاظت کے لئے اور اسلامی معاشرے کی حفاظت کے لئے اس اصول کو جو ان آیات میں بیان ہوا ہے خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے اور اس پر مضبوطی سے ہاتھ ڈال دیں کیونکہ اس کے بغیر ہماری زندگی یعنی قومی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔

ایک جگہ ایک واقعہ ہوتا ہے مثلاً ایک برائی کسی جماعت کے سامنے آتی ہے اگر منتظمین جماعت اس برائی پر غور کرتے ہوئے پہلی اپنے حیثیت کی تعیین کریں کہ ہمارا منصب کیا ہے اور بے وجہ اس برائی سے ٹکرانے کی خاطر اپنے منصب اور اپنے دائرے سے الگ نہ ہوں تو کوئی تفاوت آپ کو نظر نہیں آئے گا اور اس کے نتیجے میں کوئی فتور پیدا نہیں ہوگا، مثلاً برائیاں کئی قسم کی ہیں بعض ایسی برائیاں ہیں نجی جھگڑے ہیں مثلاً خاندانی جھگڑے ہیں، میاں بیوی کے جھگڑے ہیں ان کا تعلق مجلس

عاملہ سے کوئی نہیں ہے براہ راست۔مجلس عاملہ ایک نظام جماعت کے تابع مخصوص کاموں کے لئے مقرر کی جاتی ہے اس میں ایک سیکرٹری امور عامہ بھی ہے، ایک سیکرٹری اصلاح وارشاد بھی ہے۔ان کا تعلق ایسے جھگڑوں سے صرف اس حد تک ہے کہ وہ فریقین کو جا کر سمجھائیں اور ان کو یہ بتائیں کہ یہاں آپ کی غلطی ہے وہاں دوسرے کی غلطی ہے۔

پیار اور محبت کے ساتھ ان کو سمجھا کر ان کی کمزوریوں کی طرف متوجہ کریں لیکن ان کا یہ کام ہرگز نہیں ہے کہ انفرادی حیثیت سے یا اجتماعی حیثیت سے قاضی بن جائیں۔قضاء کا الگ ایک نظام موجود ہے اور جتنے نجی جھگڑے ہیں وہ سارے اس نظام کا کام ہے کہ ان کو طے کرائے جب اصلاحی کوششیں جو نصیحت کا رنگ صرف رکھتی ہیں اور نصیحت کرنا تصادم نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم نے ہر شخص کو نصیحت کے اوپر مامور فرما دیا ہے۔اس لئے یہ بھی سمجھ لیں اچھی طرح کہ کسی کو نصیحت کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اس سے متصادم ہو رہے ہیں اس لئے اگر آپ کو کوئی نصیحت کرتا ہے تو آپ کو یہ حق نہیں ہے کہ میرے معاملات میں کیوں دخل دیتے ہو۔جاؤ تم اپنے معاملے سے معاملہ رکھو۔یہ حماقت ہے یہ زندگی کی حقیقت کو نا سمجھنے کے نتیجے میں جواب پیدا ہوتا ہے۔جو آدمی نصیحت کرتا ہے وہ ٹکراتا نہیں ہے وہ ایک مشورہ دیتا ہے ایک بیرونی آئینہ دکھاتا ہے اسی لئے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے ایک مومن کو دوسرے مومن کا آئینہ قرار دے دیا (ابوداؤد کتاب الادب، حدیث نمبر: ۴۲۷۲)۔ آئینہ اگر متصادم ہوگا تو ٹوٹ جائے گا لیکن آئینہ اگر صحیح صورت صرف دکھا دے گا خاموشی سے اور اس کا پروپیگنڈا نہیں کرتا کسی اور کو کسی کے چہرے کا نقص نہیں بتاتا تو اس کا نام تصادم بہر حال نہیں ہے۔

اس لئے نصیحت کرنا ان کا کام ہے اور جہاں معین بعض اختیارات امورِ عامہ کے سیکرٹری کو دیئے گئے ہیں ان اختیارات کو استعمال کرنا اس کا کام ہے لیکن نجی معاملات میں یا مالی اختلافات میں قاضی بن کر بیٹھ جانا اور فیصلوں کا پابند کرنے کی کوشش کرنا اور جو ان فیصلوں پر پابندی نہ کرے ان کے خلاف شکایتیں کرنا کہ اس کو سزا ملنی چاہئے یہ سارا محض فساد ہے۔اگر کوئی ایسا فریق جس کے متعلق کوئی شخص مدار سے ہٹ کر کاروائی کرتا ہے جواباً بدتمیزی اختیار نہیں کرتا، گالی گلوچ سے کام نہیں لیتا، عوام الناس میں پروپیگنڈا نہیں کرتا بلکہ اپنے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے بالا منتظمین تک بات کو پہنچا دیتا ہے تو اس کا نام تصادم نہیں ہے اور اگر ایسا واقعہ ہو تو کوئی فساد آپ کو نظر نہیں آئے گا۔جس نے

غلطی کی اس کی غلطی متعلقہ افسران تک پہنچائی جاتی ہے وہ اس کو درست کر لیتے ہیں اور کوئی ٹکراؤ کی صورت نہیں پیدا ہوتی لیکن اگر ایک طرف سے بھی غلطی ہو رہی ہو دوسری طرف سے بھی غلطی ہو رہی ہو تو پھر یہ تفاوت بن جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں لازماً فتور پیدا ہوتا ہے۔

اس لئے یک طرفہ غلطی بھی بری چیز ہے اس کے نتیجے میں بھی نقصان پہنچ سکتے ہیں لیکن نظام تباہ نہیں ہوا کرتے اگر ٹکراؤ والی غلطی پیدا ہو جائے تو نظام تباہ ہو جایا کرتے ہیں۔ مشین کے کل پرزوں پر آپ غور کریں دوبارہ ایک پرزہ اپنی ذات میں خراب ہو جاتا ہے موٹر کو اس سے بھی نقصان پہنچتا ہے لیکن ایک پرزہ دوسرے پرزے کی راہ میں اٹکتا ہے اس کا نقصان اس سے بہت زیادہ شدید نوعیت کا ہوتا ہے، اس سے دھما کہ پیدا ہوتا ہے، اس سے تصادم پیدا ہوتا ہے۔

اس لئے تفاوت کے مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے پہلی نصیحت تو میری یہ ہے کہ اپنے مدار کو بہر حال نہ چھوڑیں اگر آپ اپنے مدار کو چھوڑیں گے تو بڑا بھاری احتمال موجود ہے، چونکہ عوام الناس اکثر ان مضامین کو نہیں سمجھتے اس لئے آپ کے چھوڑنے کے نتیجے میں کوئی دوسرا بھی اپنے مدار کو چھوڑ دے گا اور جب وہ اپنے منصب سے ہٹ کر آپ سے ٹکرائے گا تو اس کے نتیجے میں آپ دونوں کی بھی ہلاکت ہے اور نظام جماعت کو بھی شدید نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔

پہلی مثال کی طرف واپس آتے ہوئے مزید میں اس پر روشنی ڈالتا ہوں۔ میاں بیوی کا جھگڑا ہوتا ہے مجلس عاملہ اس کے اوپر بیٹھ جاتی ہے غور کرنے اور خود ہی فیصلے کرتی ہے اور فیصلے صرف اس لحاظ سے نہیں کہ وہ نجی جھگڑے سے متعلق فیصلے ہوں کہ ان کو کیسے سلجھایا جائے۔ افتاء کا اختیار بھی اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے۔ یکطرفہ باتیں سنتی ہے پھر ایک فریق کو موقع دیئے بغیر قضاء کا کام اس طرح کرتی ہے کہ قضاء کے بھی منافی ہے وہ یعنی قضاء کے ادنیٰ تقاضے بھی پورے نہیں کرتی۔ دوسرے فریق کو بلاتی ہی نہیں ہے، ان کو پوری طرح موقع ہی نہیں دیتی حالانکہ اس کو اوّل تو اس طرح قاضی بننے کا حق ہی کوئی نہیں بنیادی طور پر۔ قاضی بن جاتی ہے مجلس عاملہ قاضی پھر ٹیڑھا اور لنگڑا کیونکہ قاضی بنانے کے لئے مقرر نہیں کیا گیا اس لئے وہ صلاحیتیں ہی موجود نہیں ہے اس میں جو قاضی میں ہونی چاہئیں۔ پھر اسی پہ اکتفا نہیں کرتی۔ **قضاء کے دوران بہت سے ایسے معاملات ہیں جن میں فتوے چاہئیں اور ایک متقی قاضی خدا کا خوف رکھنے والا جب کسی معاملے میں نہیں جانتا کہ قرآن کا یا سنّت کا**

کیا واضح حکم موجود ہے تو وہ مجلس افتاء کی طرف یا دارالافتاء کی طرف اس معاملے کو بھیجتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ فتوے دینا قاضی کا کام بھی نہیں ہے، قاضی کا کام صرف اتنا ہے کہ جو فتاوے موجود ہیں ان کے اندر رہتے ہوئے وہ اپنے فیصلے صادر کرے۔

تو ایک مجلس عاملہ اٹھتی ہے اپنے مقام کو ایک جگہ بھی چھوڑتی ہے اور دوسری جگہ بھی چھوڑتی ہے اور جہاں افتا کی ضرورت پیش آتی ہے وہاں خود ہی مفتی بن جاتی ہے اور مفتی بن کے فیصلے صادر کر دیتی ہے اور پھر اس کے نتیجے میں فحشاء پھیلاتی ہے۔ جو نقائص سمجھتی ہے چونکہ ان نقائص کی پوری چھان بین بھی نہیں ہوسکی۔ ذاتی حقوق جو خاندانوں کے ہیں ان کے بعض معاملات کے پردہ پوشی کی جائے ان کے معاملات کو منظر میں نہ لایا جائے، اس سے بھی وہ پھر روگردانی کرتے ہوئے اس بنیادی اصول سے ایک اور معاملے میں ایک اور طرف بھی رخ کرتی ہے جہاں اس کو رخ کرنے کا کوئی حق نہیں اور سارے معاشرے میں بدامنی بے چینی اور فحشاء پھیلا دیتی ہے۔

ایسے کاموں کے لئے مجالس عاملہ کو مقرر ہی نہیں کیا گیا اگر اس طرح کریں گی اور جن کے متعلق جن کی حق تلفی کی جائے گی ان طریقوں پر، جن کو ٹکراؤ کی دعوت دی جائے گی وہ آگے سے ٹکراؤ کریں گے تو سارا نظام جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائے گا اور اگر نہیں کریں گے تو تب بھی یہ ظالم رہے گی مجلس عاملہ جس نے ناجائز کسی فریق کے اوپر ظلم کیا اس کو کوئی حق نہیں تھا۔

ایسے بعض معاملات میرے علم میں آئے تو میں نے فوری طور پر مجالس عاملہ کو معطّل کیا لیکن مجھے اس موقع پر بیان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جو کمیشن مقرر کیا گیا وہ بظاہر ایسے لوگوں پر مشتمل تھا جو بڑی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور اس کمیشن نے ان بنیادی باتوں کو نوٹ کئے بغیر کہ کیا ہو گیا ہے وہاں، کیا قیامت برپا ہوئی ہے، قرآن کے بنیادی اصول کو چھوڑا گیا ہے خود قاضی بننے کی کوشش کی اور یہ فیصلہ کرنے کی کوشش شروع کر دی کہ کون سا فریق ٹھیک تھا اور کون سا غلط۔ چنانچہ میں نے اپنے فیصلے میں پھر مجھے یہ بھی لکھنا پڑا کہ آئندہ یہ ممبران جو ہیں کمیشن کے ان کو کم از کم ایک سال تک کے لئے کوئی تحقیقی کام نہ دیا جائے کیونکہ بنیادی طور پر یہ اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ تو مجھے یہ خیال آیا کہ اگر ایسے ممبران جو بڑے مخلص ہیں، تجربہ کار ہیں نظام جماعت میں ان کو بھی بعض باتوں کے بنیادی فرق معلوم نہیں ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ساری جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے یہ معاملات ان

کے سامنے لائے جائیں تا کہ قرآن کریم کی اس آیت کو نظر انداز کرتے ہوئے کسی قسم کے تصادم کی صورت بھی جماعت احمدیہ میں پیدا نہ ہو اور مجھے تعجب ہے کہ کس طرح اب تک یہ بات میری نظر سے اوجھل رہی کہ ہماری مجالس عاملہ کو بھی بہت بڑی تربیت کی ضرورت ہے۔اس سلسلے میں بعض اور اقدامات میں کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ حسب توفیق ان پر میں غور کر رہا ہوں لیکن سر دست ساری جماعت کی تربیت کی ضرورت ہے ان کو بتانا چاہئے کہ رخنے کس طرح پیدا ہوتے ہیں کسی ایک قرآنی تعلیم کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں فساد پیدا ہوتا ہے۔

چنانچہ دوسری مثال آپ کے سامنے میں یہ رکھتا ہوں کہ ایک جگہ ایک لجنہ کا اجلاس ہو رہا ہے اور بڑی اہم تقریب ہے سارے ملک سے ممبرات آئیں ہوئی ہیں اس لئے کہ ان کی تربیت کی جائے اور جب ان کی اپنی تربیت کا امتحان ہوتا ہے تو قطعاً سارے تربیت کے تقاضے، پرانی تعلیمات کو بھلا کر تصادم کی راہ اختیار کر لیتی ہیں یعنی نظام جماعت سے تصادم کی راہ۔

ایک ایسے ہی موقع پر ایک جگہ ایک لڑکی روتی ہوئی واویلہ کرتی ہوئی بلند آواز میں اپنے خاوند کے خلاف اور اس کے رشتہ داروں کے متعلق باتیں کرتی ہوئی لجنہ کی تقریب میں پہنچ جاتی ہے وہ کہتی ہے آپ کے قریب ہی فلاں خاوند نے مجھ پر ظلم کیا، مجھے یہ کیا مجھے وہ کیا۔زدوکوب کیا۔اس کے والدین نے ہمیں یہ کیا اور یہ مضامین کئے اس نے میرے والدین کو یہ کہا۔نظام جماعت کا تقاضا یہ ہے کہ لجنہ اماء اللہ کی عہدیدار فوراً اس کی زبان بندی کریں۔ان سے کہیں ہو سکتا ہے تم مظلوم ہو لیکن ہم اس مقام پر فائز نہیں ہیں کہ تمہارے ظلم کی یک طرفہ داستان سنیں۔اوّل تو یک طرفہ داستان سننا ہی انصاف کے تقاضے کے خلاف ہے اور اگر کوئی سنا دیتا ہے سرسری طور پر یا مثلاً بعض خطوں میں میرے سامنے آجاتی ہے تو پھر سننے والے کا جو سرسری طور پر سن لیتا ہے یا گزرتے ہوئے اس کے کان میں پڑ جاتی ہے یہ بنیادی فرض ہے کہ یک طرفہ رائے سن کر کوئی نتیجہ اپنے ذہن میں قائم نہ کرے، کوئی بداثر قائم نہ کرے لیکن ایک نہیں دو نہیں بار بار وہ منتظمین جو لوگوں کی تربیت کے لئے ایک تقریب منعقد کر رہے ہیں وہ عہدیداران یہ ردّعمل دکھاتی ہیں کہ نہ وہ قاضی، نہ ان کو یہ حق کہ ان معاملات میں فیصلہ کریں بجائے اس کے اس فریق کو جو اپنے منصب سے ہٹ کے ان کے پاس آیا تھا، اپنے دائرہ اختیار سے ہٹ کر ان کے پاس آیا تھا اس کو سمجھاتے کہ بلند آواز سے فحشاء کا ذکر کرنا جائز نہیں

ہے اور غیر محل جگہ میں یہ باتیں کرنا جائز نہیں ہے، تم فتور پیدا کر رہی ہو۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ تم مظلوم ہو یا ظالم ہو لیکن اپنے اس فعل سے نظام جماعت پر تم ضرور ظلم کر رہی ہو، اس لئے تم قاضی کے پاس رجوع کرو یا امورِ عامہ کے پاس جاؤ تا کہ ابتدائی معاملے جو امورِ عامہ طے کیا کرتی ہے شعبہ امور عامہ طے کیا کرتا ہے وہ طے کریں یا اصلاح وارشاد کے پاس جاؤ یا امیر کے پاس پہنچو۔ ان کو کہو تم میرے باپ کی جگہ ہو، تم سارے نظام کے امیر مقرر کئے گئے ہو تمہارے دائرے میں ایک واقعہ ہو رہا ہے تحقیقات کرواؤ یا تو سمجھانے کی کوشش کرو اور اگر نہیں سمجھ سکتا تو پھر ہمیں بتاؤ کہ ہمیں کیسی کاروائی کرنی چاہئے تا کہ معاملہ فہمی ہو سکے۔ اس لجنہ کی عہدیداروں کو یہ بھی خیال نہیں آتا کہ قرآن کریم جو وہ بار بار پڑھتی ہیں اور اکثر ان میں سے ترجمہ بھی جانتی ہیں عہدیداروں میں سے، اس میں لکھا ہوا ہے کہ جب نجی جھگڑے ہوں تو:۔

حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (النساء: ۳۶)

یہ دو فریق مقرر ہوں ایک مرد کے اہل سے اور ایک عورت کے اہل سے جو حکم ہوں ان میں فیصلہ کرنے کی طاقت ہو خدا تعالیٰ نے ان کو حکمت عطا فرمائی ہو ان کو چنو وہ آپس میں بیٹھیں اور معاملے طے کریں اور اگر وہ نہیں ہو سکتے تو پھر قضاء کا رستہ کھلا ہے ہر شخص کے لئے۔ یہ کرنے کی بجائے اس قدر چسکا اٹھایا ان باتوں میں کہ سارا نظام وہاں درہم برہم ہو گیا اور وہ اجلاس ملتوی ہو گئے وہ گھیرے پڑ گئے اس لڑکی کے ارد گرد اور سارے اکٹھے ہو گئے جلسے کی باتیں سننے کی بجائے، تقریریں سننے کی بجائے محفل لگ گئی اور باتیں شروع ہو گئی بڑا ظلم ہو گیا بڑا اندھیر ہو گیا فلاں نے اتنا یہ کر دیا فلاں نے وہ کر دیا اور پھر اس میں اپنی زبان درازیوں میں اور طعن میں خلیفۂ وقت کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ اس لڑکی نے پھر اور بھی دردناک باتیں بیان کیں کہ میرے والدین سے یک طرفہ باتیں سن کر خلیفۂ وقت نے بائیکاٹ کر دیا ہے، ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے ارد گرد دو تین حاشی حواشی ایسے ہیں جو یک طرفہ باتیں اس کے کانوں میں ڈالتے ہیں۔ اس وقت بھی کسی کو خدا کا خوف نہیں آیا کہ اب حملہ ایسی جگہ کیا جا رہا ہے جہاں حد سے زیادہ تصادم ہے، دنیا نے سمائے دنیا پہ حملہ کر دیا ہے جیسے اسی قسم کا واقعہ ہے یا اس سے بڑھ کر نوعیت کا ہے اور کسی کو خیال نہیں آتا اور دو قسم کے مزاج کے لوگ ایک ہی بات کہتے ہیں اس کے نتیجے میں اس کا منہ پھر بھی بند نہیں کرایا جاتا یعنی

محبت اور پیار سے سمجھا کر میرا مطلب ہے سختی سے مراد نہیں ہے۔اس کو یہ نہیں کہتے کہ تم پہلے اپنے خاوند کے خلاف یک طرفہ باتیں کر رہی تھی ، اب تم خلیفہ وقت کے خلاف یک طرفہ باتیں کر رہی ہو تمہارے خاوند کو تو ہم نہیں جانتی لیکن خلیفہ وقت کے ہاتھ تو ہم نے منصف سمجھ کے بیعت کی ہوئی ہے۔ یہ ایمان رکھتے ہوئے بیعت کی ہے وہ خود منصف نہیں بلکہ انصاف کا محافظ ہے دنیا میں۔تم ایسے شخص کے اوپر عدل کے خلاف الزام لگا رہی ہو، اس لئے اگر پہلے سن بھی لیں تھیں چسکے اٹھائے بھی تھے نا جائز، اب ہم تمہاری مزید باتیں نہیں سنیں گی۔اس کی بجائے کہتی ہیں ہاں ہاں یہ تو فلاں شخص کی وجہ سے ہے یا فلاں اشخاص کی وجہ سے وہ پرائیویٹ سیکرٹری اس کا دوست ہے، وہ افسر حفاظت اس کا دوست ہے، وہ فلاں اس کا دوست ہے اس کی یک طرفہ باتیں سنتا ہے اور مجبور ہو گیا ہے۔

اب امر واقعہ یہ ہے کہ ایسی باتیں کرنے والے دو قسم کے ہو سکتے ہیں یا منافقین یا وہ جو خلیفہ وقت کے اوپر حملہ نہیں کرنا چاہتے اور اپنی طرف سے اس کا دفاع کر رہے ہوتے ہیں اور بات ایک ہی ہوتی ہے۔قرآن کریم نے اس مضمون کو بھی بیان فرما دیا ہے نہ صرف یہ فرمایا کہ تفاوت نہیں دیکھو گے خدا کی کائنات میں بلکہ روحانی کائنات میں جہاں جہاں تفاوت کے احتمالات ہیں ان سب کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہوا ہے۔خود حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ذات پر بھی ایسے حملے ہوئے آپ کے متعلق باتیں یہ کی گئیں کہ هُوَ اُذُنٌ کہ وہ تو کان ہیں مجسم یعنی لوگوں کی باتیں سنتا ہے اور مان جاتا ہے اس کے نتیجے میں بعض دوسرے لوگوں کے خلاف فیصلے کر دیتا ہے **نعوذ بالله من ذالک** یا ان سے متنفر ہو جاتا ہے، ان سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔قرآن کریم نے اس کا بہت پیارا جواب دیا ہے فرمایا اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ (التوبہ:۶۱) کان تو ہے لیکن صرف بھلائی کا کان ہے برائی کا کان نہیں۔ جب بری باتیں کسی سے سنتا ہے تمہارے متعلق تو تم پر حسن ظن رکھتا ہے اور یک طرفہ فیصلے نہیں کرتا جب اچھی باتیں سنتا ہے تو قبول کر لیتا ہے کیونکہ وہ تم سے پیار کرتا ہے، تمہارے اوپر حسن ظن رکھتا ہے۔اس لئے کان بے شک کہو لیکن خیر کا کان کہو، بھلائی کا کان کہو۔

یہی آنحضرت ﷺ کے اتباع میں آپ کے سب غلاموں کی کوشش ہونی چاہئے اور ہوتی ہے۔خلفائے وقت کے لئے بھی یہی وہ سنت ہے جس کے اوپر وہ عمل کی پیروی کرتے ہیں۔اس لئے یہ بھی جواب کسی نے نہیں دیا کہ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ تمہارے لئے بھلائی کا کان تو ہو سکتا ہے ہم برائی

کے کان کے طور پر اس کو تسلیم نہیں کر سکتے بلکہ اپنی طرف سے یہ دفاع پیش کیا کہ ہاں ہے تو کان لیکن کان بیچارے کا کیا قصور وہ تو اس زبان کا قصور ہے جس نے پاگلوں والی جھوٹی لغو باتیں اس تک پہنچائی ہیں۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایسی باتیں کرنے والے دو قسم کے ہو سکتے ہیں۔ میں حسن ظنی رکھتا ہوں لجنہ پر اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی طرف سے میرا دفاع کیا ہے، اپنی طرف سے مجھے معذور قرار دیا ہے لیکن منافق بھی تو اسی طرح حملے کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا اعتماد اٹھانے کے لئے بھی اسی قسم کی باتیں کی گئی تھیں اور وہ لازماً منافقین تھے۔ اب بھی معاشرے میں جب خلیفۂ وقت پر حملہ کیا جاتا ہے یا پہلے جب بھی کیا گیا ہمیشہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ اس کے اوپر ایک الزام کو تسلیم کر کے اس کی ایک وجہ جواز بیان کی جاتی ہے۔ فلاں صاحب جو ہیں وہ تو فلاں کی باتوں میں آ گئے۔ قادیان میں مجھے یاد ہے بچپن میں بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے اور فتنہ پردازوں نے آغاز ہمیشہ نظارت امور عامہ پر یا نظارت اصلاح وارشاد پر یا نظارت تعلیم پر حملے کے ذریعے کیا اور کہا کہ خلیفۂ وقت کو تو پتا ہی نہیں اس کے سامنے جھوٹی فائلیں پیش کی گئیں یا قضاء پر حملہ کیا اور کہا کہ قضا نے یہ دیکھو کتنا ظلم کیا ہے کہ خلیفۂ وقت کے سامنے غلط معاملات پیش کر کے ان سے غلط فیصلے لے لئے۔

تو قرآن کریم نے تو ہمیشہ کے لئے یہ بات پیش کر کے آپ کی راہنمائی فرما دی تھی آپ کی آنکھیں کھول دی تھیں آپ کے کان کھول دیئے تھے بتا دیا تھا کہ اس طرح حملے ہوا کرتے ہیں ان حملوں سے باخبر رہو اور جو تمہارا منصب نہیں ہے اس منصب سے ہٹ کر تم نے کوئی بات نہیں سننی نہ کوئی بات کرنی ہے۔

چنانچہ اگر آپ منصب میں رہیں اور اپنے دائرے میں رہیں تو پھر کوئی فتور پیدا نہیں ہو سکتا جو تفاوت کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ اب اس معاملے میں جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں خلیفہ نے فلاں کی بات سن لی۔ مولوی ابو العطاء صاحب مرحوم کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کی بات سن لی، میر داؤد کی بات سن لی، فلاں کی سن لی، فلاں کی سن لی یا ناظر امورِ عامہ سیّد ولی اللہ شاہ کی بات سن لی یا قاضی کی بات سن لی۔ تو سننے والے کا فرض تھا اس کا فرض تھا کہ اگر یہ بات ہے تو میں کون ہوں، مجھے تم کیوں بتا رہے ہو؟ میرا یہ منصب نہیں ہے کہ میں قضاء پر یا نظارت اصلاح وارشاد پر یا کسی

اور نظارت کے اوپر محاکمہ کروں یا ان پر جج بن کر بیٹھ جاؤں۔ اس لئے تم مجھے کیوں بتا رہے ہو؟ تم اپنے منصب سے ہٹ چکے ہو اور چاہتے ہو کہ میں بھی اپنے منصب سے ہٹ جاؤں۔ تمہارا فرض ہے کہ اگر تم سمجھتی ہو کہ خلیفۂ وقت معصوم ہے واقعۃً تو جن باتوں میں سمجھتی ہو کہ وہ آ گئے ہیں وہ خلیفۂ وقت کو بتاؤ کہ تم ان باتوں میں نہ آؤ، اس کو لکھ کر بھیجو اور پھر تمہارے لئے دو ہی رستے ہیں یا تو اس کے عدل پر پھر حملہ کرو یہ نہ کہو کہ ناظر امور عامہ بددیانت ہے پھر جرأت کے ساتھ تقویٰ کے ساتھ یہ فیصلہ کرو کہ جو بھی تمہیں تقویٰ نصیب ہوا ہے اس کے مطابق کہ خلیفۂ وقت جھوٹا ہے، خلیفۂ وقت بددیانت ہے اور اس کو چھوڑ دو۔ اگر چھوڑ دو گے تو تب بھی رخنہ پیدا نہیں ہوگا اور اس میں رہ کر جب تم تصادم کی راہ اختیار کرو گے تو تفاوت پیدا ہوگا اور تفاوت کے نتیجے میں لازماً فتور ہوگا یہ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

اگر یہ مسلک اختیار کرتے ہمیشہ لوگ تو کبھی کوئی فتنہ پیدا نہ ہوتا، فتنہ سر ہی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ آج بھی پاکستان میں بھی باہر بھی جہاں بھی منافی پیدا ہوتے وہ پہلا حملہ خلیفۂ وقت پہ نہیں کیا کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے ہماری دشمنی میں خلیفۂ وقت تک یہ بات پہنچائی، فلاں شخص نے فلاں آدمی سے پیسے کھالئے، اس کی دعوتیں اُڑائیں اور پھر خلیفۂ وقت سے یہ بات کہی ایک مخرج ہے اس وقت وہ لوگوں کے پاس پہنچتا ہے اور بڑے ہی چاپلوسی سے کہتا ہے کہ میں تو عاشق ہوں خلیفۂ وقت کا، خلیفۂ وقت تو بہت ہی بلند مقام رکھتے ہیں اور میں تو معافیوں کی عاجزانہ درخواستیں بھی کر رہا ہوں لیکن معافی نہیں ملتی ناظر امور عامہ ایسا ذلیل آدمی ہے کہ وہ راشی ہے وہ فریق ثانی سے دعوتیں اُڑا چکا ہے، فریق ثانی سے پیسے کھا چکا ہے حالانکہ جو مخرج ہے میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ اس کو عادت ہے لوگوں کو پیسے چڑھانے کی اور دعوتیں کرانے کی اور میں نے آغاز خلافت ہی میں اس کے متعلق متنبہ کر دیا تھا عہدیداروں کو کہ اس کی کوئی دعوت قبول نہیں کرنی آپ نے۔ اب وہ چونکہ خود اس مرض کا شکار ہے وہ ناظر امور عامہ کے متعلق یہ باتیں کرتا ہے اور ظلم کی بات یہ ہے کہ سننے والے سن لیتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہاں! خلیفۂ وقت نے ناظر امور عامہ کی بات سن لی ہے اس لئے اس بیچارے پر ظلم ہو رہا ہے حالانکہ اس کا اگلا نتیجہ نہیں نکالتے۔ جو خلیفہ اتنا بیوقوف اور احمق ہو کہ اس کو معاملہ فہمی ہو ہی کوئی نہیں جس طرف سے بات سنی اس کو فوراً قبول کر لیا وہ اس لائق کہاں ہے کہ تم اس کی بیعت میں رہو۔ اس لئے تمہارے تقویٰ کا یہ تقاضا ہے اگر تم متقی ہو تو اس کی بیعت سے الگ ہو

جاؤ لیکن بیعت پر قائم رہتے ہوئے تمہیں تصادم کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

یہ وہ بات ہے جس کے متعلق قرآن کریم کی ایک آیت ہمیں ہمیشہ کے لئے متنبہ کر چکی ہے **کہ خبردار! تفاوت کی راہ اختیار نہ کرنا۔ تفاوت نام ہے دو موتوں کے ٹکرانے کا دو ایسی چیزوں کے ٹکرانے کا جو دونوں اپنے منصب سے ہٹ چکی ہیں۔** اس لئے اگر ایک کو اپنا منصب چھوڑتے ہوئے دیکھو کبھی تو تم اسی رو میں بہہ کر اپنا منصب نہ چھوڑ دینا۔

پس ایسے فتنے تو پیدا ہوتے رہیں گے اور ہمیشہ اصلاح کے نام پر ہوں گے کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ:۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کی خاطر کی بات کر رہے ہیں۔ نظام جماعت میں فتنہ پیدا ہو رہا ہے اس کے متعلق ہم عوام الناس کی رائے عامہ کو بیدار کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ ایسی ایسی خطرناک باتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان کے متعلق یہ کیوں کہہ دیا اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (البقرہ: ۱۲-۱۳) خبردار! وہ خود مفسد ہیں اور ان کو علم نہیں ہے اس میں تو بظاہر کوئی دلیل نہیں ہے انہوں نے کہا ہم اصلاح کرتے ہیں انہوں نے کہا نہیں تم مفسد ہو، کس دلیل سے ان کو مفسد قرار دیا جاسکتا ہے؟ وہ وہی دلیل ہے جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے جس کی میں نے آغاز میں تلاوت کی تھی۔ ایک شخص جب اپنے منصب سے ہٹ کر باتیں کرتا ہے تو خواہ وہ اصلاح کی باتیں ہوں، وہ ضرور مفسد ہے کیونکہ قرآن کریم نے فساد کی تعریف ہی منصب سے ہٹنا قرار دیا ہے۔ تفاوت جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے عربی زبان کے مطابق ان دو چیزوں کے ٹکراؤ کا نام ہے جو اپنے منصب سے الگ ہو چکی ہیں اپنے مقام کو چھوڑ کر فوت ہو چکی ہیں اپنی جگہ سے۔

پس جس شخص نے کوئی اصلاح کی بات کی ہو اور اس کا مقام ہی نہ ہو وہ اصلاح کی بات کرنے کا وہ قضاء میں دخل دے رہا ہے، کبھی امور عامہ میں دخل دے رہا ہے، کبھی تعلیم میں دخل دے رہا ہے، نہ اس کو ناظر امور عامہ مقرر کیا، نہ قاضی مقرر کیا گیا نہ اور عہدے دیئے گئے۔ اپنے محلے کا سیکرٹری بھی نہیں ہے اور سیکرٹری بھی ہے تو اس کا کام ہے اپنے مجلس عاملہ میں بات کرنا یا اوپر کے عہدیداروں کو متنبہ کرنا یا عوام الناس میں بغیر کسی کی ذات پر حملہ کئے عمومی نصیحت کرنا۔ تو ان چیزوں پر

اگر کوئی قائم رہتا ہے تو وہ فساد پیدا کر ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اگر وہ کہتا ہے میں مصلح ہوں تو بیشک مصلح کا دعویٰ کرتا پھرے اس کے اوپر کوئی ہمیں اعتراض نہیں، قرآن کریم اس کو اجازت دیتا ہے لیکن اصلاح کی بات کر رہا ہو خواہ سچی بھی ہو لیکن منصب سے ہٹ کر کر رہا ہے تو وہ لازماً مفسد ہے اور بہت سے ایسے مفسد ہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ عمداً مجرم نہیں ہوتے بعض دفعہ وَلٰكِنۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ ان بیچاروں کو پتا ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔

اس لئے دونوں قسم کے لوگ نظام کو تو بہر حال نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ عمداً مفسد ہوں گے تو خدا کے ہاں مزید سزا پائیں گے اور بغیر عمد کے مفسد ہوں گے تو نظام کو تو بہر حال نقصان پہنچا دیں گے۔ ان کو اس درجے کی سزا ملے یا نہ ملے جو باشعور جرم کرنے والے کو ملتی ہے یہ الگ مسئلہ ہے۔ اس لئے لَّا يَشۡعُرُوۡنَ والے پہلو کے تابع یہ باتیں کئی لوگ مجھے لکھتے ہیں جب ان کے اوپر پکڑ کی جاتی ہے کہ ہم نے جان بوجھ کر نہیں کیں، ہم نیک دلی سے یہ کرنے والے تھے۔ ان کو میرا یہی جواب ہے کہ تم چاہے نیک دلی سے کسی کو قتل کر دو یا بد دلی سے قتل کر دو وہ تو مارا گیا جس کو قتل کر دیا گیا۔ یہ فیصلہ کرنا خدا کا کام ہے کہ تم نے بدنیتی سے اس کو مارا تھا یا نیک نیتی سے مارا تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ایک جگہ پتا چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال کیا کہ کیوں مار دیا تم نے انہوں نے بتایا کہ مارا تو ہے لیکن نیک نیتی سے مارا ہے کیونکہ خدا کا حکم تھا۔ تو بعض دفعہ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں کہ کسی کے قتل کا کسی کی موت کا قانون فیصلہ کر دیتا ہے اور چونکہ خدا قانون کا مرجع اور منبع ہے اس لئے جب خدا کسی کو حکم دیتا ہے تو وہ اور مسئلہ بن جاتا ہے لیکن جہاں تک مرنے والے کا تعلق ہے اور جہاں تک دیکھنے والوں کا تعلق ہے وہ قتل ہی کہلائے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی اعتراض کیا کہ تم نے کیوں ناحق مار دیا کسی کو حالانکہ خدا کے نبی تھے لیکن دیکھنے والے کے نکتہ نگاہ سے ان کا اعتراض درست تھا۔

پس جہاں تک معاشرے کا تعلق ہے جو شخص بھی اپنے مقام اور مرتبے سے ہٹ کر بات کرتا ہے اپنے دائرے سے نکل کر بات کرتا ہے ساری جماعت کو اس بات کا حق ہے اس کا فرض ہے کہ اس کو متوجہ کرے اور کہے کہ جہاں تک قرآنی تعلیم کا تعلق ہے ہمارے نزدیک تم مفسد ہو اور ہم تمہارا یہ دعویٰ قبول نہیں کریں گے کہ تم نے اصلاح کی خاطر یہ بات کی تھی۔ یہ دعویٰ جو ہے تم جانو اور خدا جانے

ہمیں اس سے غرض نہیں لیکن جو تم کام کر رہے ہو اس کے نتیجے میں جماعت میں فتنہ و فساد پیدا ہوگا۔

پھر انفرادی طور پر بعض فحشاء پھیلانے والے ہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں بدکردار ہے اور فلاں بدکردار ہے اور ظلم کی بات یہ ہے کہ لوگ ان کی باتوں کو سن لیتے ہیں ۔سوائے ایک صورت کے اور کسی صورت میں یہ بات سننا جائز نہیں۔ سننے والے کا منہ بند کرنا ضروری ہے اس موقع پر اور کہنا ضروری ہے کہ قرآن کریم نے اس بات کی تمہیں اجازت نہیں دی اور قرآنی اصطلاح میں تم جھوٹے ہو کیونکہ تم غلط جگہ بات کر رہے ہو اور جو بات کر رہے ہو اس کے گواہ تمہارے پاس نہیں ہیں۔ اگر گواہ ہیں تو پھر بھی ہمارے پاس بات نہ کرو پھر تمہیں چاہئے کہ نظام جماعت کے پاس جاؤ جو لوگ مقرر ہیں اس بات پر ان سے بات کرو۔ یہ بات سننا کسی کے لئے جائز ہی نہیں ہے کیونکہ اسی سے آگے فحشاء پھیلتی ہیں سوائے ایک صورت کے وہ ایک مریض کے متعلق نظام جماعت کو مطلع کرنے کی خاطر اس کی بات سنتا ہے تا کہ نظام جماعت کو معلوم ہو جائے کہ ایک بیماری کا گڑھ ہے جو وائرس کا شکار ہے اور جگہ جگہ پھر رہا ہے اور اس وائرس کو پھیلا رہا ہے۔ جس طرح بعض مریض ہیں جو بیماریاں پھیلاتے ہیں ان کے متعلق بروقت اطلاع کر دی جاتی ہے بعض باؤلے کتے پھر رہے ہوتے ہیں ان کے کاٹنے سے پاگل پن ہو جاتا ہے جن کو کاٹتے ہیں وہ پاگل ہو جاتے ہیں۔ ان کے متعلق اطلاع کرنا تو فرض ہے۔ اس لئے اگر کوئی اطلاع کی خاطر کسی کی بات کو سن کر غور سے کیا کہتا ہے اور اچھی طرح ذہن نشین کر کے تا کہ اس کی طرف غلط بات منسوب نہ کرے پھر وہ بات نظام جماعت تک پہنچائے تو یہ سننا نا جائز نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ بلا کم و کاست اس بات کو پھر ضرور نظام جماعت تک پہنچائے اس کے بغیر اس کو کوئی حق نہیں ہے۔

تو جتنے فحشاء پھیلتے ہیں، جتنے اعتماد اُٹھتے ہیں نظام جماعت سے، جتنے فساد پیدا ہوتے ہیں ان کے نتیجے میں آپ کی زندگی کا ہر اجتماعی شعبہ متاثر ہو جاتا ہے۔ کسی اجتماعی شعبے کی حفاظت کی یقین دہانی نہیں کی جاسکتی۔ اوپر سے نیچے تک آپ دشمن کے سامنے اپنے سینے ننگے کر کے کھڑے ہیں گویا اور اس کے لئے قرآن کریم نے آپ کو جو ڈھال دی تھی اس کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور وہ ڈھال اسی آیت میں بیان فرمائی گئی ہے۔

ہر جماعت احمدیہ کے ممبر کا فرض ہے اس نے لمبے سفر کرنے ہیں ابھی اپنے معاشرے اپنے

نظام کی حفاظت کرنی ہے چونکہ یہ جماعت ایک سو سال کے لئے تو نہیں تھی ابھی تو ہمیں اپنے اعلیٰ تر مقصد کو حاصل کرنے میں یعنی دین محمد مصطفی ﷺ کو تمام ادیان پر غالب کرنے میں بڑا وقت درکار ہے۔ اس وقت سے پہلے اگر آپ ان قدروں سے ہٹ جائیں گے، ان بنیادی اصولوں سے ہٹ جائیں گے، جن کے ہٹنے کی قرآن کریم کسی قیمت پر اجازت نہیں دیتا، جن کے متعلق کھول کر بیان کر رہا ہے کہ ایک ذرہ بھی تم ان مناصب سے ہٹو گے تو اس کا نتیجہ لازماً موت ہے اور فساد ہے اور بے نظمی ہے کچھ بھی تمہارے پاس باقی نہیں رہے گا۔ اتنی واضح نصیحت کے باوجود اگر آپ بار بار ان باتوں کو نظر انداز کریں گے بار بار نصیحت کو سنیں گے اور پھر بھی فحشاء کو اپنے اندر پھیلنے دیں گے چسکوں کی خاطر یا عورتوں اور مردوں کے جھگڑوں کو اپنے کانوں کے چسکوں کی خاطر سنیں گے تو آپ قومی مجرم ہیں نیت بھلائی کی ہے یا نہیں یہ میں نہیں جانتا لیکن قومی مجرم ضرور ہیں آپ۔

اس لئے ساری دنیا کے احمدیوں کو اس بات میں متنبہ ہو جانا چاہئے جو اختیار ان کو دیا گیا ہے اس سے انہوں نے نہیں ہٹنا، جو اختیار قرآن کریم نے بنی نوع انسان کو دیئے ہیں اس سے اگر وہ ہٹتے ہیں تو پھر آپ نہ ہٹیں اور ان کو یک طرفہ ٹکرانے والا سمجھ لیں لیکن آپ نے اپنے مقام کو چھوڑ کر ان کی طرف مائل نہیں ہونا۔ اگر یہ ہوگا تو جیسا کہ میں نے بیان کیا تفاوت پھر نہیں ہوگا۔ **پھر اگر آپ سے کوئی یک طرفہ ٹکراتا ہے، اپنے منصب کو چھوڑتا ہے اور جماعتی نظام پر حملہ کرتا ہے تو خدا نے وعدہ کیا ہے کہ اس نے اس کے لئے شعلہ بردار مقرر فرما رکھے ہیں، اسے جہنّم تک پہنچا کے چھوڑیں گے، اس کو ضرور ناکام اور نامراد کر کے دکھائیں گے۔** اس لئے آپ کو کیا خطرہ ہے کہ آپ اُٹھتے ہیں اور اس سے متصادم ہونے کے لئے اپنی راہیں چھوڑ دیتے ہیں، اپنے رستوں سے ہٹ جاتے ہیں۔

ان امور پر کئی دفعہ میں خطبات دے چکا ہوں لیکن پھر بار بار یہ باتیں سامنے آتی ہیں کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں معمولی باتیں ہیں، کیا فرق پڑا اگر ہم نے چسکے سے فلاں کی بات سن لی۔ ساتھ ساتھ اپنی دانست میں خلیفۂ وقت کی حفاظت بھی کر لی کہہ دیا کہ ہاں ہاں! کسی کی باتوں میں آ گیا ہوگا خود تو اپنی ذات میں شریف آدمی لگتا ہے، خود تو جھوٹا اور غیر منصف نظر نہیں آتا اس لئے ضرور باتوں میں آیا ہوگا یعنی غیر منصف بھی قرار دے دیا اور بیوقوف بھی ساتھ ہی قرار دے دیا۔ اچھا دفاع کیا خلیفۂ وقت کا یعنی پہلے نے تو صرف ظالم کہا تھا آپ نے کہا ہاں! ظالم صرف نہیں ہے احمق بھی بڑا سخت ہے اور

اس کو عادت ہے چغلیوں کی بھی ، یک طرفہ باتیں سنتا ہے اور فیصلے دیتا چلا جاتا ہے۔ تو حسن ظنّی میں میں کہتا ہوں کہ آپ نے اپنی طرف سے دفاع کیا لیکن یہ کیا دفاع ہے؟ اس کے متعلق تو یہ مصرع غالب کا آپ پر صادق آتا ہے کہ:۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

اگر ایسے ہی دفاع کرنے ہیں آپ نے خلافت کے یہی عزم تھے آپ کے جب آپ نے عہد کئے تھے کہ ہم قیامت تک اپنی نسلوں کو بھی یہ یاد دلاتے رہیں گے کہ تم نے خلافت احمدیہ کی حفاظت کرنی ہے اور اس کے لئے ہر چیز کی قربانی کے لئے تیار رہو۔ اگر یہی عہد سے آپ کی مراد ہے تو یہ عہد مجھے نہیں چاہئے۔ خلافت احمدیہ کو یہ عہد نہیں چاہئے کیونکہ اس قسم کی حفاظت نقصان پہنچانے والی ہے فائدہ پہنچانے والی نہیں ہے۔ لیکن صرف ایک خلافت کا معاملہ نہیں ہے سارے نظام اسلام کا معاملہ ہے، تمام اسلامی قدروں کا معاملہ ہے۔ ہم تو دور کے مسافر ہیں ایک صدی کا ہمارا سفر نہیں ہے سینکڑوں سال تک اور خدا کرے ہزاروں سال تک ہم اسلام کی امانت کو حفاظت کے ساتھ نسلاً بعد نسل دوسروں تک منتقل کرتے چلے جائیں گے۔ اس اہم مقصد کے لئے آپ کو پوری طرح ہتھیار بند تو ہونا چاہئے۔ ان معاملوں میں کیوں بار بار آپ شیطان کے حملوں کے لئے اپنے سینوں کو پیش کرتے ہیں جن میں قرآن کریم نے کھول کھول کر آپ کو بیان فرما دیا ہے کہ ان اصولوں سے ہٹو گے تو موت کے سوا تمہارا کوئی مقدر نہیں ہے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

نماز جمعہ اور نماز عصر کے معاً بعد کچھ مرحومین کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔

سب سے پہلے تو ہمارے عزیز دوست اور پرانے، سلسلے کے دیرینہ کارکن جو آپ کے ہاں انگلستان میں ایک لمبا عرصہ تک امیر جماعت انگلستان کے طور پر کام کرتے رہے ہیں یعنی مکرم بشیر احمد خان صاحب رفیق کی والدہ کی وفات کی اطلاع ملی ہے۔ ان کی والدہ مولوی محمد الیاس خان صاحب کی بیٹی تھیں جن کے دو صاحبزادے بھی جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی خدمتوں میں اور تقویٰ کے ساتھ وفا کے ساتھ وابستگی میں بہت معروف ہیں یعنی عبد السلام خان صاحب اور عبد القدوس خان صاحب۔ ان کی والدہ موصیہ تھیں اور بہت ہی سلسلے کے ساتھ گہرا محبت اور اخلاص اور وفا

کا تعلق رکھنے والی۔ مولوی محمد الیاس خان صاحب خود بہت بڑے سلسلے کے عالم تھے۔ 1907ء میں آپ نے بیعت کی تھی اور آپ کے دو بیٹے بھی خدا کے فضل سے بہت جماعت میں نمایاں مقام رکھنے والے تھے۔ ایک تو زندہ ہیں ماشاء اللہ اور دوسرے ان کی بیٹیوں میں سے ایک صالحہ بیگم مرحومہ تھیں رستم خان صاحب شہید کی بیگم۔ انہوں نے بھی آگے اپنی اولاد کی بہت اچھی تربیت کی ہے ماشاء اللہ اور دوسری کلثوم بیگم صاحبہ اہلیہ قاضی محمد یوسف صاحب اور تیسری اور بیٹیوں میں سے یہ تھیں یہ تین بیٹیاں میں جانتا ہوں خاص طور پر باقیوں سے تو میں واقف نہیں ہوں۔ یہ تھیں ہمارے بشیر رفیق صاحب کی والدہ۔ یہ ساری جو مائیں تھی اللہ کے فضل سے ماں کی حیثیت سے اپنے بچوں کے لئے بہت بڑا خزانہ چھوڑ گئی ہیں تربیت کا اور سب اولاد میں خدا کے فضل سے سلسلہ سے تعلق اور وفا کا جذبہ موجود ہے الا ماشاء اللہ کوئی ایک آدھ آدمی اپنے امتحان میں ناکام بھی ہو جاتا ہے لیکن عمومی طور پر دیکھا جاتا ہے کیسی تربیت کی جارہی ہے اور صوبہ سرحد میں خاص طور پر میں نے یہ مطالعہ کیا ہے کہ تربیت کا بھاری دارومدار ماؤں پر تھا اور اب بھی ہے یعنی والد کا اتنا زیادہ دخل نہیں ہوتا۔ جن کی مائیں اچھی تھیں ان کی اولادیں لازماً مخلص بنی ہیں اور ضروری نہیں کہ والد اچھا ہو اور اولاد اچھی ہو کیونکہ بعض معاشرے ہوتے ہیں ان میں مائیں زیادہ کردار ادا کرتی ہیں لیکن **بالعموم بھی جماعت احمدیہ میں ساری دنیا میں ماؤں کو یہ پوزیشن اپنی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ وہ آئندہ اچھی نسلوں کو پیدا کرنے والی ہوں۔**

بہر حال ان کی نماز جنازہ غائب کے علاوہ ایک ہمارے بہت ہی پرانے دوست اور مخلص فدائی احمدی واقف زندگی مولوی محمد صدیق صاحب ننگلی کی اہلیہ کی اچانک وفات کی بھی اطلاع ملی ہے۔

اسی طرح مکرم ڈاکٹر عبدالرشید صاحب تبسّم جو علمی و ادبی حلقوں میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے اور پاکستان میں احمدیت کے شدید مخالفت کے دور میں بھی ان کی ادبی علمی کوششوں کو اس حد تک بھی سراہا گیا کہ حکومت پاکستان ان کو انعام دینے پر یوں کہنا چاہئے کہ مجبور ہوگئی یعنی ان کو نظر انداز نہیں کرسکتی تھی اور کافی انہوں نے ادبی علمی حلقوں میں مقام پیدا کیا تھا۔ ان کی بھی اچانک وفات کی اطلاع ملی ہے۔

پھر مکرم ابراہیم صاحب نکھوما جو افریقہ اور غانا سے تعلق رکھتے تھے ہمارے مخلص احمدی دوست کے خسر تھے اس حد تک مجھے علم ہے صرف لیکن ان دوست نے جن کے یہ خسر تھے انہوں نے ان کی نماز جنازہ کی درخواست کی ہے تو انشاء اللہ نماز جمعہ اور عصر کے معاً بعد یہ جنازے پڑھے جائیں گے۔